الـله ﷺ فی صلوۃالفجر فقرأ رسول الله ﷺ فثقلت علیه القرأة فلما فرغ قال لعلكم تقرؤن خلف امامكم قلنا نعم هذا یارسول الله ﷺ قال لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لاصلوة لمن لـم یقرأ بها) ترجمہ: ''حضرت عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا: ہم صبح کی نماز آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں پڑھ رہے تھے۔ آپؐ پر قرأت کرنا مشکل ہوگیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ واقعی ہم پڑھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھو کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔'' (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

یہ واقعہ نماز فجر کا ہے، جہری نماز کا۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ وہ آپؐ کے پیچھے کیا پڑھتے ہیں؟ جب انہوں نے کہا کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا ''قرآن نہ پڑھا کرو کیونکہ تمہارا قرآن میرے قرآن سے ٹکراتا ہے البتہ سورۃ فاتحہ پڑھا کرو کیونکہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا۔'' یہ ہے وہ حکم جو امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ آیت: ﴿واذا قـــری القرآن .... ﴾ عام ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو سنا کرو۔ آئمہ حدیث کے اقوال کا ایک انبار ہم لگا سکتے ہیں جو اس موقف کی تائید کرتے ہیں۔ مگر ہم طول کلام کے خوف سے زبان بیان کو تاہ کرتے ہیں اور تقلیدی مذاہب والوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس صریح اور صاف نہی اور امر کو یوں بے دردی سے مسترد نہ کیا کریں۔ مگر وہ اتنے دلیر ہیں کہ فاتحہ خلف الامام پڑھنے والوں کے منہ میں انگارے ڈالنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور ذرا نہیں ڈرتے کہ وہ حکم رسول اللہؐ کی توہین کررہے ہیں۔ وہ کس بنا پر اس حدیث کو مسترد کرتے ہیں؟ وہ میدان حشر کی جوابدہی سے کیوں نہیں ڈرتے؟ ان کے اکابر کے فتاویٰ ان کی جوابدہی میں کام نہ آئیں گے۔ ان سے پرسش حدیث محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کی جائے گی کیونکہ ان کی طرف انہی کو مبعوث کیا گیا تھا۔ کسی امام فقہ کو ان کے پاس نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا۔ ان کا ایک موقف یہ بھی ہے کہ علماء پر تقلید امام واجب نہیں ہے۔ کیا ان میں علماء کا وجود ختم ہوگیا ہے؟ کیا ان کے طبقۂ علماء میں مجتہد پیدا ہونا بند ہوگئے ہیں جو تقلید کا قلادہ اتار کر اس حدیث کے آفتاب عالم تاب کے نور ہدیٰ کی ضیاء میں نئے سرے سے اجتہاد کریں اور اپنی اور دیگر لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی نمازوں کو اس نقص سے پاک کریں۔ مگر صدیوں کے تقلیدی جمود نے ان کے طائرانہ فکر کو آسمانی حدیث پر پرواز کرنے کی صلاحیت سے محروم کردیا ہے۔

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے مری بات

اہل تقلید خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا اسلام، محمدیؐ نہیں بلکہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور جعفری

ہے۔ان کا موقف ہے کہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی تلاش ان کا کام نہیں بلکہ یہ کام ان کے آئمہ فقہاء کر گئے ہیں۔ان کے نزدیک اسلام، فقہ حنفیہ ہی ہے۔اب کوئی بتلائے کہ ایسے میں غیر مقلد اور مقلد کے درمیان فکر کے اس اساسی تضاد کو کون مٹا سکتا ہے جب کہ مقلد اور غیر مقلد یعنی اہل حدیث کے نزدیک اسلام کلام اللہ اور حدیث رسول اللہؐ سے عبارت ہے۔یہ فکری تضاد ہے۔یہ فقہی اختلاف نہیں ہے بلکہ نظریاتی و اصولی ہے۔ہم فراخدلی سے اتحاد بین المسلمین کی خاطر اس اختلاف کو فقہی یا فروعی کہہ دیتے ہیں مگر بات نہیں بنتی ہے۔مقلد و غیر مقلد کا اختلاف تو الگ رہا یہاں تو اب مقلدین کا مقلدین سے اختلاف زیادہ سنگین ہو گیا ہے۔فقہ حنفیہ کے دونوں دھڑے یعنی بریلوی اور دیوبندی ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور یہ دونوں دھڑے پانچویں دھڑے یعنی فقہ جعفری کے ساتھ بھی نماز نہیں پڑھتے۔اہل تقلید نے کس آسمانی حکم کے تحت چار فقہوں کو برحق تسلیم کیا ہے اور کس حکم کے تحت تعداد فقہ چار مقرر کی اور وہ کون سا حکم ہے جس کے مطابق پانچویں فقہ یا چھٹی ساتویں برحق نہیں ہوگی؟؟؟لہذا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ جماعت ثانی ہو سکتی ہے یا نہیں۔مسئلہ یہ ہے کہ معاملات اسلام ''عند رسول اللہؐ'' یا ''عند ابی حنیفہ'' کے معیار پر طے ہوں گے؟ اہل تقلید کا موقف ہے کہ ان معاملات میں آخری اتھارٹی عند ابی حنیفہ ہے۔بلکہ بریلوی مکتب فکر کے نزدیک تو اب عقائد تک ''عند اعلیٰ حضرت'' کے معیار پر رکھے جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اب اہل تقلید اپنی فکر کے پرندے دیوبند اور بریلی تک اڑاتے ہیں۔فقہ امام ابو حنیفہ تو محض ایک نام ہے ورنہ ان کی رسائی کوفہ تک بھی نہیں ہوئی اور سارے معاملات دیوبندی مدرسوں کے حوالے سے طے ہوتے ہیں۔برصغیر پاک و ہند تک آتے آتے کوفی حنفی فقہ حجازی اثرات سے معرّیٰ اور عجمی افکار و نظریات سے مملو ہو چکی تھی۔اب ان اہل تقلید کو عربی رنگ دکھایا جائے تو وہ اسے دیکھنے کو تیار نہیں ہوتے۔قران و حدیث کی لذت سے ان کی زبانیں آشنا ہی نہیں ہیں تو وہ اسے قبول کیسے کریں؟ اگر وہ صرف مسئلہ عصمت انبیاء کو ہی قبول کر لیں تو بات ختم ہو سکتی ہے۔امام ابو حنیفہؒ ایک بلند پایہ فقیہ اسلام تھے۔ان کی خدمات جلیلہ سے انکار جہالت ہے۔انہوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔مگر وہ نبی نہ تھے۔چونکہ نبی نہ تھے اس لئے ان سے کسی اجتہادی غلطی کا ارتکاب کوئی بعید نہ تھا۔اس لئے ان کی ساری فکر کو حدیث کے مقابلے میں، حدیث کو مسترد کر کے قبول کر لینا، یہ کہنے کے مترادف ہے کہ وہ معصوم عن الخطاء تھے۔جو غیر نبی کیلئے محال ہے۔

ہمارے نزدیک نماز انفرادی طور پر یا گھر پر بلا عذر شرعی ہو ہی نہیں سکتی۔آپ قرآن و حدیث کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ نماز با جماعت فرض کی گئی ہے۔اور فرد کو حکم دیا گیا ہے: ﴿وارکعوا

مع الـراكـعين ﴾ (البقرة) ترجمہ: ''رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔'' پھر ارشاد ہوتا ہے: ﴿ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا ﴾ ترجمہ: بے شک نماز مومنین پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔'' پھر ارشاد ہوتا ہے: ﴿اقیـموا الصلوة واتوا الزکاة ﴾ ترجمہ: ''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو۔'' یہ سب قرآنی حکم ہیں اور یہاں جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ پھر ابتداء ہی میں یہ بھی فرمادیا: ترجمہ: ''اور جو لوگ ایمان بالغیب لائے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کے دیئے میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، ان کیلئے یہ کتاب ہدایت ہے۔''

اگر اہل تقلید اپنے ہی امام کے فرمان کو مان لیں تو بھی بات طے ہوسکتی ہے۔ امام صاحب تین پر جماعت کا حکم لگاتے ہیں۔ اگر تین بندے پہلی جماعت سے رہ جائیں اور وہ جماعت ثانی کرالیں تو امام صاحب کے فتویٰ کے مطابق وہ جماعت ہیں تو پھر جماعت ثانی کیوں نہ کرائیں۔ مگر کیا کیا جائے۔ اہل تقلید تو نماز جمعہ کیلئے بھی شرائط بتاتے ہیں۔ یہ شرائط کس قرآنی حکم یا حدیث پیغمبرؐ کو سامنے رکھ کر مرتب کی گئیں؟ حالانکہ نماز جمعہ کا حکم قرآن کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ قرآن نے کوئی شرط نہیں لگائی اور جمیع مسلمانوں کو نماز جمعہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

اہل تقلید کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جس طرح آج صحاح ستہ کا مکمل سیٹ ہر لائبریری میں موجود ہے اور ایک مبتدی کی بھی دسترس میں ہے، اس طرح 80 ہجری میں نہ تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کو حجاز، عراق، شام، مصر اور دیگر ممالک و بلاد اسلامیہ میں پھیلی ہوئی ان کتب و بے شمار احادیث نبویؐ تک رسائی پانا، محال تھا۔ سیدنا عمر فاروقؓ جیسے بلند پایہ صحابی کو بھی پیش آیا تھا۔ بارہا آپ نے مسجد نبوی میں کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتے وقت صحابہؓ سے پوچھا کہ زیر بحث معاملہ پر اگر انہیں کوئی حدیث معلوم ہو تو پیش کریں۔ اگر ساری احادیث کا علم ایک ایسے صحابی کو نہ تھا۔ جس کی عمر کا معتد بہ حصہ حضور اقدسؐ کی صحبت میں گزرا تو امام ابوحنیفہؒ تک، جو تابعی تھے، پورا ذخیرہ کیسے پہنچ سکتا تھا؟ بے شک امام صاحب اپنی طاقت کے مطابق کوئی بھی حکم لگانے سے پہلے تلاش حدیث کرتے اور جب حدیث نہ ملتی تو اپنی علمی بصیرت سے کوئی قیاسی حکم لگادیتے اور اس دار فانی سے رحلت فرمانے سے پہلے یہ فرما کر عند اللہ بری ہوگئے کہ میرے حکم کے مقابلے میں اگر کوئی ضعیف حدیث بھی آجائے تو اسے قبول کرلینا اور میرے قول کو ترک کردینا۔ امام صاحب کا یہ فرمانا اسی لئے تھا کہ آخری فیصلہ حدیث پر ہے میرے قول پر نہیں۔ نیز یہ اعتراف ہے کہ ان کی رسائی تمام احادیث تک نہ تھی۔ مگر آج کے مقلدین کو قول امام کے مقابلے میں ضعیف تو کجا صحیح احادیث پیش کی جائیں۔ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

مقلدین کے سارے گروہ امامت کو آسمانی منصب دے بیٹھے ہیں۔ اس لئے وہ اکثر اہل حدیث سے پوچھتے ہیں کہ تم اماموں کو مانتے ہو یا نہیں؟ حالانکہ انہیں خود معلوم ہے کہ امامت کسی ایمان یا عقیدے کی بنیاد نہیں ہے۔ ایمان اللہ پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر، تمام انبیاء پر اور خصوصاً سیدنا و مولانا محمدؐ پر اور آخرت پر ہے۔ ہم آئمہ عظام کو منصوص من اللہ نہیں مانتے۔ ہمارے نزدیک اسلام اور اس کے احکام پر قدرت رکھنے والے تمام افراد امام ہیں۔ اس میں بدرجہ اولیٰ آئمہ اربعہ شامل ہیں۔ مگر یہ کسی آسمانی اتھارٹی کے حامل نہیں ہیں۔ ہم تمام آئمہ سلف کے معترف اور ان کی خدمات جلیلہ کے قائل ہیں۔ ہم ان کے اسلامی اور علمی کارناموں سے استفادہ بھی کرتے ہیں۔ مگر جہاں ان کی فکر، حدیث سے میل نہ کھاتی ہو، وہاں حدیث کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا حکم ہے۔ اگر مقلدین ضد نہ کریں۔ مگر تقلید جامد نے ان کی تحصیلیں بھی جامد کر دی ہیں۔ اگر وہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق غور کریں تو ثابت ہوگا کہ امام دراصل اہل حدیث تھے کیونکہ وہ فرما گئے ہیں کہ ان کے قول کے مقابلے میں ضعیف حدیث کو قبول کر لو۔ بتایئے ان کے اہل حدیث ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ امام اپنے تمام علمی تبحر کے باوجود حدیث رسولؐ کے کس درجہ دل دادہ تھے۔ اس کا اندازہ ان کے اس مذکور فرمان سے کیا جا سکتا ہے۔ پس امام ابوحنیفہؒ اہل حدیث تھے اور ہم اہل حدیث ہی ان کے ٹھیک اور سچے قدر دان ہیں۔

مقلدین، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے وارث بنتے ہیں۔ چلئے فیصلہ انھی پر چھوڑتے ہیں۔ انکا فرمان ہے کہ اہل بدعت کی پہچان یہ ہے کہ وہ اہل حدیثوں کو برا کہتے ہیں۔ پھر ان کا یہ قول بھی ہے کہ اہل سنت اور اہل حدیث ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں۔ وہ انہیں غوث الاغیاث کہیں گے۔ قطب ربانی اور شہباز لامکانی کہیں گے۔ لیکن انہیں کہیں کہ شیخ موصوف قوالی (سماع) کیقائل نہ تھے۔ ان کی غنیۃ الطالبین پڑھ لو۔ مگر جیسا کہ ہم نے کہا ہے اہل تقلید مانتے تو سب کو ہیں مگر کرتے من مانی ہیں۔ قوالی کے عدم جواز کا حکم جو شیخ نے دیا ہے اسے نہ مانیں گے اور طبلے سارنگی پر حضور کی نعت گائیں گے۔

اب میں جماعت ثانی کے ثبوت و جواز کے لئے حدیث پیش کرتا ہوں مگر پہلے ایک نہایت ہی افسوسناک واقعہ سناؤں گا وہ حنفی سے تعلق رکھنے والے ایک بڑے سیاسی و مذہبی لیڈر جہلم کے دورے پر تھے۔ مسافر تھے۔ نماز مغرب کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ راستے میں فقہ حنفی سے متعلق کی مسجد پڑتی تھی۔ لیڈر موصوف اپنے ساتھیوں سمیت مسجد میں داخل ہوئے اور جماعت ثانی کرنے کا ڈول ڈالا تو مسجد میں موجود حنفی مولوی صاحب مزاحم ہوئے کہ جماعت ثانی نہیں ہو سکتی۔ لیڈر مذکور مسافر تھے۔ عافیت کے پیش نظر انفرادی نماز پڑھ کر آگے بڑھ گئے۔ لیڈر موصوف سے کسی کا سیاسی اختلاف تو ہو سکتا ہے مگر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انکے

رہتے کا حنفی عالم یہ نہ جانتا تھا کہ جماعت ثانی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر فقہ حنفی میں جماعت ثانی کی گنجائش اور جواز نہ تھا تو مذہبی راہنما کو یہ قصد ہی سرے سے نہ فرماتے۔ ان جیسا بلند پایہ حنفی عالم کیا اتنا بھی نہ جانتا ہو کہ جماعت ثانی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ علامہ صاحب کا قصد ناقابل تردید ثبوت ہے کہ فقہ حنفی میں ایسی مسجد میں' بھی جماعت ثانی ہوسکتی ہی جہاں جمعہ اور نماز پنجگانہ بڑے تزک واحتشام سے ہوتے ہوں۔

نمبر 2 :۔ فتوی مذکور کا 331 :۔ سوال نمبر (500) جماعت ثانیہ جائز ہے کہ نہیں اور اگر کوئی جماعت ثانی کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب :۔ دوسری جماعت مسجد محلہ میں مکروہ ہے اور مرتکب اس کا گنہگار ہوتا ہے (کمافی درالمختار) درمختار فقہ کی کتاب ہے اور حدیث کے مقابلے میں اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ لہذا ہمارے نزدیک اس فتوی کی شرعی اہمیت نہیں۔ یہی تو سارا نزاع ہے کہ فقہ حدیث کو چھوڑ کر اسلامی مسائل کو اپنی رائے سے طے کرتی ہے۔ ہم پچھلے صفحات پر اس کا مسکت جواب دے چکے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسجد جو بنیادی طور پر نماز باجماعت کے لئے ہے، اس میں نماز باجماعت خواہ جماعت ثانی ہو، میں وجہ کراہت کیا ہے۔ بلا دلیل مکروہ کہہ دینا تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اگر صاحب درمختار نے جماعت ثانی کو مکروہ کہہ دیا ہے اور کہہ دینا ہی کوئی وزن رکھتا ہے تو علمائے حدیث اور ائمہ حدیث کہتے ہیں کہ جماعت ثانی ہر لحاظ سے جائز، درست اور مسنون ہے۔ صاحب درمختار، صاحب فتاوی رضویہ اور صاحب فتاوی عالم گیری نبی نہ تھے کہ ان کی رائے کو تو قبول کرلیا جائے اور حدیث پیغمبر ﷺ کو مسترد کردیا جائے۔ صاحب درمختار کا فتوی کسی حدیث پر مبنی نہیں ہے۔ جبکہ ہمارا فتوی حدیث سے تائید پاتا ہے۔ ہم مسائل اسلام اپنی عقل یا رائے سے طے نہیں کرتے اور نہ ہی اپنے اختیار کردہ موقف کے اثبات کے لئے قرآنی آیات واحادیث کو ان کے موقع سے ادھر ادھر کرتے ہیں۔ ہم قرآن وحدیث کا پہلے مطالعہ کرتے ہیں پھر کوئی موقف اپناتے ہیں مگر مقلدین ساری عمر اپنے آئمہ کے قیاسی موقف کے اثبات کیلئے سرگرداں رہتے ہیں۔ مثلاً حدیث سریف ہے کہ جب اقامت ہوجائے تو پھر کوئی نماز نہیں ہوسکتی۔ مگر مقلدین باجماعت فرض نماز کھڑی ہوجانے کے بعد بھی دھڑا دھڑ سنتیں ادا کرتے ہیں۔ خصوصاً فجر کی دو رکعت سنت کا جو حشر یہ لوگ کرتے ہیں وہ نماز کی توہین ہے۔ اب چاہیے کہ وہ حدیث پر عمل کریں اور کرائیں مگر ایک بار حدیث سے منہ موڑ کر وہ عجیب عجیب فتوی دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ سنتیں کسی ستون کی اوٹ میں پڑھ لیا کرو۔ بھلے لوگو! اپنے موقف کے بودے پن پر خود ہی غور کرو۔ مگر حدیث سے منہ موڑنے کی سزا مسلسل اٹھاتے جارہے ہیں۔ یہی حال جماعت

ثانیہ کے بارے میں ان کے موقف کا ہے۔ پہلے کہتے ہیں محلے کی مسجد میں مکروہ ہے گویا اگر آبادی سے باہر کوئی مسجد ہے تو وہاں جماعت ثانیہ ہوسکتی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ ایک فعل جو ایک مسجد میں مکروہ ہے، وہی دوسری مسجد میں کیوں کر رہے ہیں؟ اور اگر ہے تو حدیث لاؤ۔ درمختار کا مفتی، نبی نہ تھا۔ اور ہم نبی کی بات کے سوا کوئی دوسری بات ماننے کے قائل نہیں۔ حدیث سے دوسری جماعت کا ثبوت ملتا ہے۔ ہم درمختار کا فتوی کیسے مان لیں جس کی پشت پر قرآن یا حدیث کی قوت نہیں ہے۔ بلکہ ہم تو یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں کہ جماعت کی آخری صف میں اگر کوئی نمازی تنہا کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے تو حضورؐ اقدس نے اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا تھا۔ میں اپنا نقطہ نظر ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ نماز فرض بلا عذر شرعی گھر پر یا مسجد میں انفرادی طور پر ہو ہی نہیں سکتی۔ کسی انتہائی مجبوری کی صورت میں کوئی نمازی انفرادی نماز پڑھ لے تو گنجائش نکل سکتی ہے۔ یہ سب صورتیں تقاضا کرتی ہیں کہ جماعت ثانی ہی نہیں بلکہ جماعت ثالثہ اور رابعہ بھی کرانی چاہئے۔ (**وارکعوا مع الراکعین**) کا قرآنی حکم اور حضورؐ کی حدیث شریف جو ہم بیان کرنے لگے ہیں، ہمارے موقف کو ثابت کرتے ہیں۔ یہ کسی امام، فقہی، علامہ یا مولوی کی رائے نہیں بلکہ حضور اقدسؐ کا فرمان ہے۔ علمائے مقلدین اسے دن رات پڑھتے اور پڑھاتے ہیں مگر وائے حسرتا عمل ان کی قسمت میں نہیں ہے۔

حوالہ و ترجمہ حدیث شریف: ''ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اکیلے نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ کوئی شخص اس کو صدقہ نہیں دیتا کہ اس کے ساتھ نماز پڑھے۔'' (ابوداؤد باب فی الجمع فی المسجد مرتین)

اب قارئین کرام خود فیصلہ فرمالیں کہ عمل درمختار کے فتوی پر ہونا چاہئے یا حدیث پیغمبرؐ پر؟ میں کہاں تک ان کے فتاوی کے جواب دوں۔ یہ بحثیں ہمیشہ سے ہورہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ مگر مقلدین کی اپنی مجبوری ہے۔ وہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا دم بھرتے ہیں مگر کرتے من مانی ہیں۔ امام صاحب نے جب فرمایا تھا کہ میرے قول کے مقابلے میں اگر ضعیف حدیث بھی مل جائے تو اسے قبول کرلینا۔ حدیث بالا سے عیاں ہے کہ حضور اقدسؐ مسجد میں خود با جماعت نماز ادا کرا چکے ہیں۔ اپنے حاضرین واصحاب میں سے کسی کو شوق دلایا کہ اپنے بھائی کے ساتھ مل جائے تاکہ جماعت ثانیہ ہو جائے۔ پھر اس حکم کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ حاضرین وصحابہ نماز جماعت اولیٰ حضور اقدسؐ کی امامت میں ادا کر چکے تھے۔ گویا ان اصحاب کو اس کے ساتھ جماعت ثانیہ میں شامل ہونے کو کہا۔ بتایئے! اس سے بڑھ کر جماعت ثانیہ کی اہمیت، جواز اور ثبوت کیا ہوگا۔ مگر اہل تقلید پر سب کچھ بے اثر ہے۔

تحریر: جناب ملک عبدالرشید عراقی

شیخ الحدیث مولانا پیر محمد یعقوب قریشی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث مولانا پیر محمد یعقوب قریشی کا واقعہ وفات علماء کے طبقہ میں خاص اثر انگیز ہے۔ مولانا قریشی نے گو طبعی عمر پائی۔ لیکن اس خیال سے کہ وہ اس عہد میں اگلی صحبتوں کے تنہا یادگار تھے۔ مولانا اتباع سنت، طہارت وتقویٰ، زہد وورع، تبحر علم، وسعت نظر، ذوق مطالعہ اور کتاب وسنت کی تفسیر وتعبیر میں یگانہ عہد تھے۔ اپنی عمر کا بڑا حصہ انہوں نے علوم دینیہ خصوصاً کلام اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کے درس وتدریس میں گزارا۔ اور سینکڑوں طلباء ان کے فیض تربیت سے علماء بن کر نکلے۔ ابتداء مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ، پھر جامعہ سلفیہ فیصل آباد، پھر جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں اپنی مسند درس بچھائی۔ آخر میں جامعہ علوم اثریہ جہلم میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور زندگی کے آخری دن تک جامعہ علوم اثریہ سے وابستہ رہے۔ افسوس کہ یہ شمع نور ہدایت **21** جمادی الاولیٰ **1424**ھ بمطابق **22** جولائی **2003**ء کو ہمیشہ کیلئے بجھ گئی۔ ان للہ وانا الیہ راجعون۔

میری ان سے پہلی ملاقات مولانا عبدالرحمٰن عتیق وزیر آبادی" کے ہمراہ **23** مارچ **1957**ء کو جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں ہوئی۔ دبلے پتلے، داڑھی کے بال سیاہ، بڑی خندہ پیشانی سے ملے۔ مولانا عبدالرحمٰن عتیق" نے تعارف کرایا۔ تو چارپائی سے اٹھ کر بغلگیر ہوئے اور فرمایا: آپ سے غائبانہ تعارف تو ''الاعتصام'' کے ذریعے ہے آپ کے مضامین معلوماتی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمر میں برکت عطا فرمائے۔

مولانا قریشی مرحوم سے دوسری ملاقات ماموں کانجن میں ہی ہوئی۔ تیسری بار ان سے ملاقات **1997**ء میں جامعہ علوم اثریہ جہلم میں بخاری شریف کی تقریب میں ہوئی تو فرمایا: ''عراقی صاحب! مدت کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔ آپ کے مضامین رسائل وجرائد میں نظر سے گزرتے رہتے ہیں۔ اب آپ کے مضامین میں خاصی پختگی آ گئی ہے۔ علامہ مدنی صاحب سے آپ کی دو کتابیں ''حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی'' اور ''دو روشن ستارے'' ملی ہیں۔ آپ نے ان دونوں کتابوں میں کافی محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو قبول فرمائے۔ اس کے بعد ہر سال بخاری شریف کی تقریب پر جہلم میں ان سے ملاقات ہوتی رہی۔ اور ان کا درس حدیث سننے کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ مرحوم حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا محمد اسحٰق حسینوی رحمہم اللہ اجمعین کے شاگرد تھے۔ تصنیف میں ان کی کتاب ''السراجی'' کا اردو ترجمہ ہے۔ جو مطبوع ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ انہیں جنت الفردوس میں داخل کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

کچھ باتیں کچھ یادیں

علامہ محمد مدنی رحؒ ایک پروقار اور پر اخلاق شخصیت

تحریر: حکیم سید عبدالغفور شاہ بخاری

جانے والے چلے جاتے ہیں بعض اپنے کنبے، قبیلے اور محلے کو ہلاتے ہیں، بعض اپنے شہر اور علاقے کو سنسان چھوڑ جاتے ہیں اور بعض اپنے صوبے اور ملک کو خیر آباد کہتے ہیں۔ آہ! علامہ محمد مدنیؒ وہ شخصیت تھے جنہوں نے جاتے ہوئے اپنے پرائے دور و نزدیک، ملکی و غیر ملکی، مسلکی و غیر مسلکی، غریب و امیر سب کو غموں کے دریا میں ڈبو دیا۔ ایسے پروقار، پر اخلاق شخص کم ہی پیدا ہوتے ہیں۔ بندہ ناچیز پہلی دفعہ جب ان کے سرمایہ آخرت جامعہ اثریہ پہنچا تو کرسی سے اٹھ کر ملے اور میرے کان کے قریب داڑھی پر بوسہ دیا۔ دیر تک ہر طرف دیکھتے رہے اور عافیت دریافت کرتے رہے۔ بعدہ ایک شاگرد کو آوازی دی اور اس کو حکم کیا۔ شاہ صاحب کو جامعہ کی مکمل سیر کروا دو۔ سب سے پہلے مسجد دیکھی، پھر لائبریری اور مختلف شعبہ جات دیکھ کر میں حیران ہوا کہ زندگی کے مختلف شعبہ جات دینی دنیوی تعلیم کی سہولت اتنا بڑا کام اس چھوٹی اور مختصر جگہ پر کیسے ہو رہا ہے۔ تہہ خانہ میں ایک مکمل مڈل سکول چل رہا ہے۔ گویا جامعہ اثریہ مدنی صاحب کے جذبات اور مزاج کی عکاسی کرتا ہے۔ بیمار پرسی کرتے ہوئے میں نے عرض کی کہ ہماری اور بہت سے لوگوں کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ آپ سے بہتر معاملہ فرمائیں گے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمانے لگے: بس! اللہ میری محنت کو قبول کرے۔ شاہ صاحب آپ میرے لئے بس یہی دعا کر دیا کریں اور جامعہ کیلئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو ترقی عطا فرمائے۔ ان کی گفتگو سے یہی پتہ چلتا تھا کہ ان پر خوف خدا غالب ہے۔

ارادے کے پکے اور قول کے سچے انسان تھے۔ گفتگو میں احادیث رسولؐ کے اصل عربی متن پڑھتے جاتے تھے۔ ان کی گفتگو ہمارے لئے ایک نصیحت ہوتی تھی۔ میرے پاس جب آئے کان کے قریب داڑھی پر بوسہ لیتے اور کہتے آپ نے ہمارا سچا مسلک قبول کیا ہے۔ اس لئے مجھے آپ سے والہانہ محبت ہے اور اسی محبت کی بنا پر آپ کی یہ مسجد بن رہی ہے۔ پیر عبدالرزاق سعیدی نے مجھے اس مسجد کے متعلق خاص تاکید کی

ہے۔کھانے کیلئے جب بھی ہم نے درخواست کی تو فرماتے جو پکا ہوا ہے لے آؤ۔دوبارہ تکلف نہ کرنا۔ایک دن جامعہ اثریہ میں بیٹھے ہوئے فرمارہے تھے کہ فاروق آباد میں آپ کا تھوڑا بیان سنا جو مجھے بہت پسند آیا۔اب آپ کا بیان ہمارے جامعہ اثریہ میں ہوگا۔اس کے بعد وہ سخت بیمار ہو گئے۔بیماری کی حالت میں یہ بندہ عیادت کیلئے حاضر ہوا تو آپ برآمدے میں بیٹھ کر تلاوت قرآن پاک فرمارہے تھے۔سخت بیماری میں بھی ان کی گفتگو انتہائی پرتاثیر اور مدلل ہوتی تھی۔ان کے پاس سے اٹھ جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔البتہ ان کی بیماری کی مدنظر رکھتے ہوئے ہم جلد ہی اجازت مانگ لیتے تھے۔اب جامعہ اثریہ میں ان کی عدم موجودگی کا زبردست احساس ہوتا ہے اور ان کو نہ پاکر آنکھیں برسنے لگتی ہیں۔ہاں البتہ ان کے بھائی حافظ عبدالحمید عامر صاحب کو دیکھ کر کچھ اطمینان سا ہو جاتا ہے۔کیونکہ ان کی مسکراہٹ، پیار، اخلاق میں علامہ مدنی صاحب کی جھلک نمایاں ہے اور حافظ عبدالحمید عامر صاحب نہایت پروقار اور ہمدرد انسان ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو علامہ مدنی صاحب کی خواہشات کے مطابق جامعہ اثریہ چلانے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔آمین۔

ادارہ المساجد والمشاریع الخیریۃ الریاض کے وفد کا دورہ جامعہ علوم اثریہ

گزشتہ دنوں سیکرٹری رئیس لجنہ آسیا ادارہ المساجد ریاض الشیخ عبدالحلیم صاحب جو کہ پاکستان میں ادارہ المساجد ریاض کی طرف سے دورہ تدریب المعلمین کے انعقاد کے موقع پر تشریف لائے ہوئے تھے۔الشیخ محمد شفیق صاحب مدیر الادارہ پاکستان آفس کے ہمراہ جامعۃ العلوم الاثریۃ کے دورہ پر تشریف لائے۔رئیس الجامعہ حافظ عبدالحمید عامر صاحب کی عدم موجودگی میں ان کا استقبال مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدیر المکتب اور مولانا عبداللہ صاحب مدیر التعلیم نے کیا۔وفد نے جامعہ کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کیا۔جامعہ میں داخل ہوتے ہی وفد کے ارکان جامعہ کے سرسبز لان کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔انہوں نے جامعہ کی کلاسز کا اور ہاسٹل کا معائنہ کیا۔وفد نے لائبریری کا بھی دورہ کیا اور جامعہ میں موجود مخطوطات کو نہایت دلچسپی سے دیکھا۔جامعہ کے مختلف شعبہ جات کا مشاہدہ کرنے کے بعد وفد نے جامعہ کی نشاطات کو بھی بہت سراہا اور اس کے بانی حافظ عبدالغفور صاحب اور حضرت علامہ محمد مدنی صاحب کیلئے خصوصی دعا فرمائی۔

اس کے بعد وفد جامعہ اثریہ للبنات گیا جہاں وفد نے اس کے مختلف شعبہ جات کو دیکھا اور جامعہ کے نظم ونسق کو دیکھ کر بے انتہا متاثر ہوئے اور تعریفی کلمات کہے۔خاص طور پر جامعہ کے ہوسٹل کی تنظیم اور صفائی کو بہت سراہا۔جامعات کے دورہ کے بعد وفد اپنے اگلے دورہ کیلئے پشاور تشریف لے گیا۔

سوالوں کے جوابات

از: مولانا محمد اکرم جمیل صاحب شیخ الحدیث جامعہ علوم اثریہ جہلم

سوال: نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔ سائل: بابو بشیر سکھر

جواب: نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ جیسا کہ عبادہ بن صامتؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: (لاصلاۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب) (البخاری: باب وجوب القرأۃ للامام والمأموم فی الصلوات کلھا فی الحضر والسفر وما یجھر فیھا ومایخافت)۔ چونکہ نماز جنازہ بھی ایک نماز ہے۔ اس لئے اس میں بھی فاتحہ الکتاب پڑھنا فرض ہے۔ اور اس کے بغیر نماز جنازہ نہیں ہوتی۔ جیسا کہ عبداللہ بن عوفؓ کے فرمان کے مطابق کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور فرمایا: (لتعلموا أنھا سنۃ) یعنی میں نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ باآواز بلند اس لئے پڑھی ہے کہ تم جان لو یہ سنت ہے۔ (البخاری: باب قرأۃ فاتحہ الکتاب الجنازۃ)۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ اس کے بغیر نماز جنازہ نہیں ہوتی۔

سوال: اگر نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھائی جاسکتی ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔ سائل: بابو بشیر سکھر

جواب: نماز جنازہ اور اس کا طریقہ تو کتاب اللہ میں ذکر نہیں ہے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث جو کتاب اللہ کی مکمل تفسیر وتبیین ہے، میں نماز جنازہ اور اس کا طریقہ مذکور ہے۔ جو کہ چار تکبیرات سے ہوتی ہے۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء، سورۃ الفاتحہ اور قرآن پاک کی کوئی سورۃ ملائی جاتی ہے۔ دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود یعنی درود ابراہیمی جو کہ نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ تیسری تکبیر کے بعد ادعیہ مسنونہ پڑھی جاتی ہیں اور یہ ادعیہ مسنونہ ہر مسلمان کیلئے یاد کرنا ضروری ہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد نماز سے فارغ ہونے کیلئے سلام پھیر دیا جاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھائی جاسکتی ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بلند آواز سے نماز جنازہ پڑھانا متعدد روایات میں ثابت ہے۔ جیسا کہ عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی تو میں نے ادعیہ نماز جنازہ سے یہ دعا اس آدمی کی نماز جنازہ پڑھانے کے دوران یاد کی: (اللھم اغفرله وارحمه وعافه ...... الخ) اور اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ نماز جنازہ کے اختتام پر عوف بن مالکؓ کہتے ہیں میرے دل میں یہ بات آئی کہ کاش اس میت کی جگہ پر میں ہوتا۔ (صحیح مسلم: باب الدعاء للمیت فی الصلاۃ، سنن ابن ماجۃ: باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ)۔ اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ واثلہ بن الاسقع فرماتے ہین کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ الفاظ (اللھم ان فلان بن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقه من فتنة القبر .... الخ) کہتے ہوئے سنا۔ (سنن ابی داؤد: باب الدعاء للمیت)۔

ان جملہ روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان صحابہؓ کی نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھائی تھی۔ اور عوف بن مالکؓ کا نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا کو یاد کرنا اور واثلہ بن الاسقع کا دعا کو سننا اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے۔ جبکہ یہ تسلیم کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھائی تھی۔

سوال: کیا ولی کے بغیر نکاح ہوسکتا ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ اور کیا والد کی موجودگی میں کوئی دوسرا ولی بن سکتا ہے؟ سائل: عبدالکریم شاہ بلال ٹاؤن جہلم

جواب: نکاح احکامات اسلامیہ میں سے ایک اہم حکم ہے۔ اس کی بنیاد پر مرد عورت ایک دوسرے پر حلال ہوتے ہیں۔ مسلمان مرد عورت کیلئے اشد ضروری ہے کہ وہ کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق اس کے قواعد وضوابط پر سختی سے کاربند ہو کہ انسان کسی بھی وقت تھوڑی سی کوتاہی پر حرام کا ارتکاب نہ کرگزرے۔ نکاح میں عورت کیلئے ولی کا ہونا نہایت ضروری ہے اور جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیتی ہے۔ تو اس کا نکاح ایک دوسری روایت کے مطابق باطل ہے۔ (ایما إمرأة نكحت بغير اذن وليها فنكا حها باطل فنكا حها باطل فنكا حها باطل) یعنی جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ یہ دونوں روایات جامع ترمذی کے

باب لا نکاح الا بولی میں موجود ہیں۔ بلکہ مزید برآں جو عورت بذات خود نکاح کرتی ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان: (لاتـزوج المرأة المرأة ولا تزوج المرأة نفسها فان الزانية هی التی تزوج نفسها) کے مطابق وہ عورت زانیہ ہے۔ یہ روایت سنن ابن ماجہ کے باب لا نکاح الا بولی کے اندر موجود ہے۔

یاد رہے کہ ولی کا تعین عورت بذات خود نہیں کر سکتی۔ ولی کا تعین قدرتی عمل ہے۔ یعنی عورت کا ولی اس کا باپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہے۔ اس میں عورت اپنی مرضی سے تبدیلی نہیں کر سکتی اور اگر باپ نہ ہو تو پھر باپ کے بعد قریبی نسبی رشتہ دار مثلاً بھائی، چچا، دادا وغیرہ ولی ہوگا۔ اور اگر کوئی ولی نہیں یا اولیاء میں جھگڑا ہو جاتا ہے تو پھر بھی شرعی طور پر سلطان ولی ہوگا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: (فـان اشـتجروا فالسلطان ولی من لا ولی له .... جامع ترمذی) مندرجہ بالا وضاحت کی روشنی میں سائل کے سوال ''کیا ولی کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں'' کا واضح جواب موجود ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ دوسرا یہ کہ لڑکی کے والد کی موجودگی میں کسی دوسرے آدمی کو ولی بننے کا شرعی طور پر حق نہیں اور والد کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے اور اگر کوئی عورت ایسا کرتی ہے تو بروایت سابق وہ عورت زانیہ ہے اور اسی طرح اگر کوئی لڑکی اپنے حقیقی ولی کے ہونے کے باوجود غلط بیانی کر کے کسی دوسرے آدمی کو ولی ظاہر کرتی ہے تو اس کا نکاح بھی سابقہ روایت کے مطابق باطل ہے۔ اسی طرح کورٹ میرج (عدالتی نکاح) بھی ان روایات کی روشنی میں باطل ہے۔ نیز لڑکے کیلئے ولی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لڑکا خود مختار ہوتا ہے۔ اس کے نکاح میں اس کے ولی کی شرط نہیں ہے۔

جامعہ علوم اُثریہ اور آلِ پیر صاحب کو گہرا صدمہ

شیخ الحدیث جامعہ علوم اثریہ جہلم حضرت العلام پیر محمد یعقوب قریشی صاحب طویل علالت کے بعد فیصل آباد کے ایک ہسپتال میں مورخہ 22 جولائی کو وفات پا گئے۔ إنا لله وإنا اليه راجعون۔ فیصل آباد میں دو مرتبہ آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد جامعہ علوم اثریہ جہلم میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جبکہ چوتھی مرتبہ آپ کے آبائی گاؤں چک حافظاں (جہلم) میں ادا کرنے کے بعد آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے قدموں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ادارہ حرمین آپ کے سوگواران کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین